TQ Lesson 228 Surah Saba 15-30 Tafseer

.

آیت نمبر 15 سے 21 تک قومِ سبا کی مثال دی گئی ہے کہ اللہ کی نعمتیں پا کر جو قومیں اللہ کی ناشکری کرتی ہیں اور شکر گزاری کی بجائے فساد میں مبتلا ہوتی ہیں تو اللہ انہیں کیسی سخت سزا دیا کرتا ہے کل کے سبق میں آپ نے پڑھا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی، طاقت دی، بادشاہت، شان و شوکت اور بہت سی نعمتوں سے نوازا اس کے باوجود وہ غرور میں مبتلا نہ ہوئے اور اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہے اب دوسری مثال دی جا رہی ہے قومِ سبا کی جس نے نعمتوں کو پایا تو پھول گئی پھر وہ فخر و غرور میں مبتلا ہوگئی اور توحید اور آخرت کا انکار کر کے اللہ کے نافرمان لوگوں میں شامل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا تو موازنہ ہے تقابلی جائزہ ہے دو کرداروں کا ایک کردار جو کہ توحید اور آخرت کے یقین اور شکر نِعمت کے جذبے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ہے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ اور مکی دور میں ایمان لانے والے مسلمانوں کا اور دوسرا کردار ہے ملکۂ سبا کا اور اہلِ مکہ کا وہ کیا کر رہے تھے؟ کہ نعمتوں کو پانے کے بعد وہ اللہ کے رسول کا انکار کر رہے تھے اللہ کا انکار کر رہے تھے وہ آخرت کا انکار کر رہے تھے تو قوم سبا کی مثال کو شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ رب العزت نے ملکۂ سباء کی یا قوم سبا کی مثال کیوں دی ہے سبا قدیم زمانے میں ایک نہایت ترقی یافتہ قوم تھی اس کی آبادیاں موجودہ عمان میں پھیلی ہوئی تھیں اس کا مرکزی شہر **مآرب** تھا زمانہ قبل مسیح میں اس نے زبردست ترقی کی اور تقریباً 1000 سال تک عروج پر رہی ایک طرف وہ لوگ خشکی اور سمندر کے ذریعے اپنی تجارتیں پھیلائے ہوئے تھے دوسری طرف انہوں نے بند بنائے ہوئے تھے **مآرب** کے قریب ان کا ایک بہت بڑا بند تھا جو 14 میٹر اونچا اور تقریباً 600 میٹر لمبا تھا اس کے ذریعے سے پہاڑی نالوں کا پانی روک کر یہ نہریں نکالتے تھے اور زمین کو سیراب کرتے تھے اس وجہ سے ان کے علاقے میں بڑی زرخیزی اور سرسبزگی تھی کہ آدمی جہاں کھڑا ہوتا وہ دائیں دیکھتا تو اس کو باغ ہی باغ دکھائی دیتے وہ بائیں دیکھتا تو اس کو انتہائی سرسبزو شاداب باغات ہی باغات دکھائی دیتے تو اس قوم کی خوشحالی کی وجہ زراعت اور تجارت تھی اور یہ دنیا کی مالدار ترین قوم تھی تو یہاں پہ اس قوم کی خوشحالی کی وجہ سے مالداری کی وجہ سے دولت کی وجہ سے ترقی یافتہ قوم ہونے کی وجہ سے اللہ نے اس قوم کا ذکر کیا ہے اور بتایا یہ ہے کہ جب کوئی فرد جب کوئی قوم جب لوگ اللہ کے نافرمان ہوتے ہیں تو کیسے اللہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا کرتا ہے کیسے اللہ تعالی انہیں تباہ و برباد کرتا ہے تو اس زمانے میں مکہ کے دور کے جو نافرمان لوگ تھے ان کے لئے عبرت ہے اور آج کے دور میں ہر شخص کے لئے ان آیات میں عبرت ہے کہ دولت پا کر خوشحالی پا کر کہیں اللہ کے نافرمان نہ بن جانا بلکہ شکر گزاری کا رویہ اختیار کرنا

آیت نمبر 15۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ

ترجمہ۔ سبا کے لیے اُن کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجا لاؤ اُس کا، ملک ہے عمدہ و پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ بہت زبردست انداز ہے آغاز میں ہی اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ سبا کے لئے ان کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی اب آپ دیکھئے کہ یہاں پر **مَسْكَن** کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور **مسکن** سے مراد ہے کہ سبا کا رہنے کا علاقہ وہ جگہ جہاں پر سبا کی قوم آباد تھی اور مراد ہے یمن کا علاقہ آپ سورۃ النمل کی آیت 22 میں بھی پڑھ چکی ہیں تو یمن کا جو موجودہ علاقہ ہے وہاں پہلے سبا کی قوم رہتی تھی اور یہ علاقہ نہایت زرخیز اور شاداب تھا اور اس کی اصل شارع کے دونوں جانب نہایت شاداب سرسبز زرخیز باغوں کا سلسلہ تھا جو پورے علاقے پر پھیلا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ سبا کے لوگوں کے لئے خود ان کے اپنے وطن میں اپنی بستی میں اپنے علاقے میں مجموعی حالت کے اعتبار سے اللہ کی اطاعت کی نشانیاں موجود تھیں **فِي مَسْكَنِهِمْ** ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں ان کے آباد ہونے کی جگہ میں **آيَةٌ** نشانی موجود تھی کس چیز کی نشانی؟ توحید کی نشانی اللہ کی بندگی کی نشانی اللہ کی طرف جھکنے کی نشانی کیونکہ جو کچھ ان کے پاس تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ نعمتیں تھیں **جَنَّتَانِ** دو باغات یہاں پہ اس سے مراد صرف دو باغ نہیں ہیں مفسرین کہتے ہیں کہ توحید کی نشانی کیا تھی کہ باغوں کی دو قطاریں تھیں **عَنْ يَمِينٍ** دائیں طرف **وَشِمَالٍ** اور بائیں طرف فرمایا کہ سبا کے رہنے والوں کے لئے ان کے اپنے علاقے میں کیا نشانی تھی؟ دو باغات یعنی باغات کی قطاریں دائیں طرف دیکھیں تو باغات ہی باغات **وَشِمَالٍ** اور بائیں طرف دیکھیں تو باغات ہی باغات تو ان کے علاقے میں دو طرفہ باغات کا ایک سلسلہ تھا باغات کی اتنی کثرت تھی کہ جدھر نظر اٹھا کر دیکھیں باغات ہریالی اور شادابی ہی نظر آتی تھی اللہ رب العزت فرماتے ہیں **كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ** کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور شکر بجالاؤ کس کا **لَهُ** اس کا۔ تو نعمتیں پانے کے بعد اب انہیں کرنا کیا چاہیے تھا انہیں اللہ تعالی کا فرماں بردار ہونا چاہیے تھا کہ باغات کی جو آمدنی تھی اس کے جو پھل تھے وہ اتنے زیادہ تھے کہ ختم کریں تو ختم نہ ہوں تو **كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ** کھاؤ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق کو **وَاشْكُرُوا لَهُ** اور پھر اس کا شکر بجالاؤ تو یہاں پہ جو شکر بجالانے کی بات ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ کہ اللہ کی عظیم نشانی سے، ان باغات سے جو سبق ملتا تھا وہ یہ کہ اللہ کی نعمتیں پا کر پھر اللہ کا شکر گزار ہونا اور شکر گزاری کے معنی ہیں اللہ کی اطاعت کرنا۔ شکر کی 5 بنیادیں ہیں جیسے جب سورۃ الکہف پڑھی تھی تو آپ نے صبر کی اثاثی بنیادیں بھی پڑھی تھیں۔ شکر کی بھی 5 بنیادیں ہیں نمبر 1۔ جھکنا عاجزی اختیار کرنا جب نعمت ملتی ہے تو **منعم** کے لئے یعنی دینے والے کے لئے جھکا جائے اور عاجزی اختیار کی جائے نمبر 2۔ نعمت دینے والے سے محبت کرنا اس کے لئے دل کے اندر محبت کے جذبات کا پیدا ہونا نمبر 3۔ اس کی نعمت کا اعتراف کرنا کیونکہ جب تک نعمت دینے والے کی نعمت کا اعتراف نہ کیا جائے تو انسان اس کا شکر گزار نہیں ہو سکتا نمبر 4۔ اس کی نعمت کی بنا پر پھر اس کی تعریف کرنا اس کی ثنا بیان کرنا اور نمبر 5۔ آخری جو شکر کی بنیاد ہے نعمت کو ایسی جگہ استعمال میں لانا جسے وہ پسند کرے اور اس کو ایسی جگہ استعمال میں نہ لانا جہاں وہ نا پسند کرے۔ مثلاً آپ دیکھیں دنیا میں انسانوں میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے اور بچوں کا خیال رکھنے والے اور ان کے لئے طرح طرح کی نعمتوں کو اکٹھا کرنے والے اور اس کی فکرمندی رکھنے والے یہ والدین ہیں تو پھر والدین کے لئے کیا کرنا چاہیے کہ ان کے لئے عاجزی سے جھکے رہیں ان کی خدمت کرنا ان کی اطاعت کرنا ان کا خیال رکھنا تو پہلا والدین کا شکر ادا کرنا ہے یعنی کیونکہ انسان انسانوں کا شکر بھی ادا کرتا ہے اور پھر اللہ کا بھی اور انسان کا شکر ادا کرنا کیا ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی پانی کا ایک گلاس بھی دے دے تو آپ کہتے ہیں کہ جزاک اللہ خیر (شکریہ کہتی ہیں) آپ کو کھانسی آرہی ہے نزلہ ہو رہا ہے کوئی آپ کو ایک **tissue** (رومال) دے دیتا ہے تو آپ اس کے لئے بہت اچھا محسوس کرتی ہیں اور شکریہ کہتی ہیں تو نمبر 1۔ کہ والدین کے

لئے انسان کیا کرتا ہے کہ ان کے لئے جھکتا ہے نمبر 2۔ ان کے لئے محبت اب آپ دیکھیں کہ والدین کے لئے کیسے محبت کے جذبات ہوتے ہیں جو بیان نہیں کیے جا سکتے تو والدین کے لئے محبت کے جذبات کا پیدا ہونا نمبر 3۔ پھر یہ کہ والدین نےجو ہماری خدمت کی تو ہم ان کی جو قربانیاں ہیں اس کا اعتراف کرتے ہیں اور انہوں نے ہمارے لئے جو کچھ بھی کیا ہم اس کے **مُعْتَرِف** (اعتراف کرنے والے) ہیں پھر نمبر 4۔ پھر ہم اپنے والدین کی تعریف کرتے ہیں اچھے لفظوں میں ان کو یاد کرتے ہیں اور ہمارے والدین ہمارے لئے نمونہ بنتے ہیں کہ انہوں نے قربانی دی، محنت کی راتوں کو جاگے خون پسینہ ایک کر کے والد نے اور والدہ نے آپ کو یہاں تک پہنچایا تو آپ کیا کرتی ہیں آپ اپنے والدین کی تعریف کرتی ہیں اور نمبر 5 بات کیا ہے؟ کہ پھر آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کوئی ایسا کام نہ کریں کہ جس سے آپ کے والدین ناراض ہو جائیں کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے والدین کی بجائے اپنی پڑوسن کا کہنا مانتا ہو کھانا تو گھر سے کھاتا ہو ساری نعمتیں وہاں سے لیتا ہو قربانی اس کے لئے اس کے والدین کرتے ہوں اور جب خدمت اور نوکری چاکری اور کام کی بات ہو تو پھر وہ پڑوسن کو جا کے اپنی تنخواہ دے دے یا ان کا کہنا مانے ایسا نہیں ہوتا تو بالکل اسی طرح انسان کیا کرتا ہے کہ ساری نعمتیں تو اللہ ہی دیتا ہے خالق بھی وہ ،مالک بھی وہ ،منعم بھی وہ، رحیم کریم اور طرح طرح کی نعمتوں سے اس نے ہمیں مالا مال کیا تو اب اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کھانا اور پھر اللہ کا شکر ادا کرنا **وَاشْكُرُوا لَهُ** اور شکر ادا کرنے میں آپ یاد رکھیے گا کہ ضروری ہے کہ آپ اپنے دل کا جائزہ لیں نمبر 1۔ کہ کیا آپ اللہ کے لئے جھکتی ہیں. نمبر 2۔ کیا آپ اللہ سے محبت کرتی ہیں. نمبر 3۔ کیا اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا آپ اعتراف کرتی ہیں کیونکہ عورتوں کے اندر یہ بیماری زیادہ پائی جاتی ہے کہ وہ ناشکری کرتی ہیں (حدیث سے ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے)اور آپ ضرور اس بات کا جائزہ لیں کہ کہیں آپ ان لوگوں میں شامل تو نہیں ہیں جو کہ ناشکری کرنے والے ہیں مثلاً اللہ تعالی نے آپ کو طویل عرصے تک صحت دیئے رکھی اور پھر کسی کو پتہ چلے کہ اب مجھے بلڈ پریشر کا مسلۂ ہو گیا ہے یا کسی کے بارے میں آپ سنتی ہیں کہ وہ دل کا مریض ہے کسی کے بارے میں آپ سنتی ہیں کہ اسے ذیابیطس ہو گئی ہے کوئی بھی ایسی بیماری ہو گئی ہے تو اب وہ کیا کرتا ہے کہ وہ افسوس کرتا ہے غمزدہ ہو جاتا ہے اور شکوہ شکایت کرتا ہے اب دسترخوان پر بیٹھا ہے تو ظاہر ہے کہ اب اس کو گھی کا استعمال زیادہ نہیں کرنا اسے میٹھا نہیں کھانا اسے بہت سی تلی ہوئی چیزیں نہیں کھانی اور protein ہے یا carbohydrate ہیں یہ مختلف چیزیں ہیں اب اس کے بارے میں وہ بہت ہی محتاط ہو جاتا ہے یا ہو جاتی ہے سوچنے لگتی ہیں تو اب آپ دیکھیں کہ چاہے وہ عورت ہے یا مرد مثلاً اب اسے یہ پتہ چل گیا ہے کہ مجھے ذیابیطس ہے اور میں نے میٹھا استعمال نہیں کرنا تو اب کیاوہ ہر وقت اپنے آپ کو کوستی رہیں کہ میری قسمت اچھی نہیں ہے مجھے ذیابیطس کیوں ہو گئی اور کبھی شوہر کے بارے میں اور کبھی اپنے بارے میں یعنی اگر وہ غمزدہ ہوگی پریشان ہوگی تو کیا اس کی ذیابیطس ٹھیک ہو جائے گی ایسا تو نہیں ہو سکتا اب جو آزمائش لکھی ہے اس کو تو کوئی ٹال نہیں سکتا اب وہ کیا کر سکتی ہے کہ وہ پھیکی چائے پیئے تو اسے کیا کرنا ہے پھیکی چائے مسکراتے ہوئے خوشی سے پینی ہے اگر وہ پینا چاہتی ہے تو ورنہ چائے کو چھوڑ بھی سکتی ہیں کیونکہ چائے غیر ضروری چیز ہے کوئی بہت ضروری چیز نہیں ہے آپ آزما کے دیکھیں آپ چھوڑنا چاہیں چائے کو تو آپ آرام سے اس کو چھوڑ دیں گے تو بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ہم نے اپنی زندگی میں خود اپنے ساتھ باندھ کر رکھی ہیں اب وہ اور کیا کرے گی پھر وہ اپنے کچھ حدف بنائے گی کہ اچھا مجھے اپنا وزن کم کرنا ہے مجھےورزش کرنی ہے۔ پہلے بھی اس کو بہت سے لوگ کہتے تھے کہ وہ ورزش کرے اس کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ چاہتی تو تھی کہ وزن زیادہ نہ ہو لیکن بہرحال وہ خیال ہی نہیں کرتی تھی تو اب ایک(healthy

environment)صحت مندانہ ماحول میں جو اللہ کی طرف سے اس پر آزمائش آئی ہے عورت ہو یا مرد ایک مسلمان کا یہ کردار ہے کہ وہ اس کو قبول کرتا ہے اور پھر کھیلتے مسکراتے ہوئے اس آزمائش میں سے گزرتا ہے لیکن یہ نہیں کہ دستر خوان پر بیٹھے ہیں تو رو رہے ہیں اور سارا دن پریشان ہیں اور دوسروں کو کھاتے دیکھ کر پریشان ہیں کہ یہ کھا رہا ہے اور فلاں نے milk shake پی لیا ہے اب ہم milk shake نہیں پی سکتے یا فلاں نے آم کھا لیا ہے اب ہم آم نہیں کھا سکتے یا کچھ بھی تو بہت سی اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہیں۔ آپ یہ سوچیں کہ بہت سے لوگ ہیں جو نمک بھی استعمال نہیں کر سکتے گھی بھی نہیں کر سکتے اتنی زیادہ پابندیاں ہوتی ہیں کہ وہ کھا ہی نہیں سکتے تو الحمدللہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ایک نہیں اور دوسری تو ہے تو آئیے پھیکی چائے پیئیں آئیے مسکراہٹیں بکھیریں آئیے اللہ کے فیصلوں پر راضی ہوں آئیے اپنے مزاج کو حالات کے سانچے میں ڈھالیں۔ مجھے عربی زبان کا یہ شعر بہت اچھا لگتا ہے شاعر کا نام ہے متنبي۔

مَا كلُّ ما يَتَمَنّى المَرْءُ يُدْرِكُهُ (ہر وہ چیز جس کی انسان تمنا کرے ضروری نہیں کہ وہ اسے مل جائے)

تجرِي الرّياحُ بمَا لا تَشتَهي السّفُنُ (ہوائیں اس رخ پہ چلتی ہیں جو کشتیاں نہیں چاہتی ہیں۔ یعنی ہوائیں کشتیوں کی مخالف سمت چلا کرتی ہیں)

تو جو کچھ آپ چاہتی ہیں ضروری نہیں آپ کو زندگی میں مل جائے آپ اپنی بیٹی کا رشتہ کہیں کرنا چاہتی تھی کسی اور کا وہاں پہ ہو گیا آپ کے بیٹے نے کہیں نوکری کے لئے انٹرویو دیا لیکن اس کو نوکری نہ مل سکی آپ چاہتی تھیں آپ کی بیٹی ڈاکٹر بن جائے لیکن وہ ڈاکٹر نہ بن سکی اور آپ بہت کچھ چاہتے ہیں آپ کے شوہر چاہتے ہیں اور وہ نہیں ملتا اس کا یہ نہیں مطلب کہ اس کو اپنا غم بنا لیا جائے اس سے ذہنی دباؤ کا شکار ہو جایا جائے اور پھر یہ کہ ہر وقت ناشکری کرتے رہیں اور بعض اوقات بچوں کی ناشکری کرتے ہیں کہ ہمارے بچے اچھے نہیں ہیں یہ نہیں کرتے وہ نہیں کرتے تو عادت بن جاتی ہے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ وہ اچھے ہو بھی سکتے ہوں وہ اس سے زیادہ برے ہو جاتے ہیں تو بہرحال ہمیں سوچنا ہے یہاں پہ کہ ہم اللہ کی شکر گزاری کیسے اختیار کریں **كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ** قوم سبا کو کہا گیا تھا کہ کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق **وَاشْكُرُوا لَهُ** اور اس کا شکر بجا لاؤ تو ہمیں سوچنا ہے کہ ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو کیسے ہنسی خوشی کھائیں کیسے ان کا اچھا استعمال کریں اور نعمتوں سے مراد صرف کھانا پینا ہی نہیں ہے بلکہ صحت ایک نعمت ہے علم نعمت ہے جوانی نعمت ہے دولت نعمت ہے اولاد نعمت ہے اور وقت آپ کے پاس نعمت ہے فراغت نعمت ہے یعنی اگر آپ گننا شروع کریں تو نعمتیں ان گنت ہیں **وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا**ۗ (18- النحل) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم شمار نہیں کر سکتے **كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ** کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق۔ الحمدللہ **وَاشْكُرُوا لَهُ** اور اس کا شکر بجا لاؤ اور شکر بجا لانا کیا ہے؟ کہ زبان پر بھی شکر، دل میں بھی شکر ، احساسات میں بھی شکر، آنکھوں میں بھی شکر اور جن لوگوں کے اندر شکر پایا جاتا ہے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ان کی آنکھوں سے شکر کے احساس سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ **سبحان اللہ** آپ اپنا بھی محاسبہ کریں اپنا بھی جائزہ لیں کہ آپ اللہ کا کتنا شکر ادا کرتے ہیں تو اللہ کی نعمتوں کا دسترخوان بڑا وسیع ہے اور جب انسان شکر ادا کرتا ہے تو ایک کمرے کے گھر میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور جب انسان نا شکری پہ آتا ہے تو سات کمروں کا گھر اور پانچ کمروں کا گھر بھی تنگ پڑ جاتا ہے آپ کے گھر مہمان آتے ہیں آپ کا تین کمروں کا گھر ہے یا چار کا ہے آپ کہتے ہیں یہ تو میرا کمرہ ہے اس کو تو میں دے نہیں سکتی یہ میرے بڑے بیٹے کا ہے اور یہ میری بیٹی کا ہے اور یہ میرے چھوٹے بیٹے کا ہے اور یہ میرے بچوں

کے پڑھنے کا کمرہ ہے اور یہ ان کے کھیلنے کا کمرہ ہے اور پھر آپ سارے بچوں سے بھی بات کرتی ہیں پھر سوچتے ہیں پھر کیا کہتے ہیں اچھا basement تو ہے نا تو اب کوئی بھی اپنا کمرہ نہیں دے رہا اور پھر مہمان ہمیں بوجھ لگنے لگتے ہیں کتنے بڑے بڑے گھر ہیں لیکن دل تنگ پڑ جاتے ہیں اس کو نا شکری کہتے ہیں اور آپ سوچیں ذرا اپنے والدین کے گھر کا کہ عام طور پر اس زمانے میں بچے کتنے ہوتے تھے آپ بہن بھائی کتنے ہیں کسی کے 5 کسی کے 7 کسی کے 9 بھی ہیں 12 بھی تھے تو 2 بچے خوشحال گھرانے کا نعرہ نہیں تھا بڑے شکر گزار لوگ تھے اب کی نسبت بہتر تھے تو اس وقت کیا ہوتا تھا کہ مہمان جب آتا تھا تو اس کی عزت ہوتی تھی اور مہمان نوازی کی جاتی تھی میں یہ نہیں کہہ رہی کہ اب نہیں کی جاتی لیکن بحیثیت مجموعی آپ دیکھیں کہ تو شکر انسان کی عبادات میں بھی نظر آتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ جب تہجد پڑھتے تو آپ کے پاؤں سوجھ جاتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ کے تو گناہ معاف کر دئیے گئے ہیں آپ ﷺ **اتنی** مشقت کیوں اٹھاتے ہیں تو کہا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ آپ سوچیں حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا تھا جب اللہ کی عبادت نہ ہو رہی ہو انہوں نے اپنی گھر والوں کے ساتھ وقت مقرر کر رکھا تھا کہ ہر وقت میرے گھر میں اللہ کا ذکر ہونا چاہیے تو قوم سبا کیا کر رہی تھی ان کو کہا گیا کہ باغات ہی باغات ہیں تو ان کا نفع ہے ان کا پھل ہے ان کی نعمتیں ہیں کھاؤ اور پھر اللہ کا شکر ادا کرو تو شکر کیا ہے اللہ کی اطاعت کرنا توحید پرست بننا اللہ کی بندگی کرنا اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا **بَلْدَةٌ** ملک ہے عمدہ اور پاکیزہ **بَلْدَةٌ** ملک ہے **طَيِّبَةٌ** زرخیزی اور شادابی کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں رہنے کے اعتبار سے یہ جو یمن کا علاقہ ہے یہ بہت ہی عمدہ شہر ہے کیونکہ بڑی زرخیز اس کی زمین ہے پھلوں کی کثرت ہے اور دولت کے انبار ہیں تو **بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ** تو طیب ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی **وَرَبٌّ غَفُورٌ** اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا یہ ہے اصل بات یہاں پہ اللہ رب العزت کہتے ہیں کہ اگر تم سے انسان ہونے کے ناطے ایمان میں، اطاعت میں، بندگی میں کچھ کمی ہو جائے تو اللہ ہے بخشنے والا **رَبٌّ غَفُورٌ** تو یہاں پہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ بڑا غفار ہے بڑا ستار ہے دستر خوان سجا ہوا ہے نعمتیں اس پہ چنی ہوئی ہیں اور تم ان نعمتوں کا استعمال کر رہے ہو اور انسان ہونے کے ناطے اگر تم سے کچھ ناقدری ہوگئی تم سے کچھ ناشکری ہوگئی تو وہ تمہارا رب کیسا ہے وہ **وَرَبٌّ غَفُورٌ** پاکیزہ ہے پروردگار ہے بخشش فرمانے والا تو پھر اس کے بعد ہوا کیا پھر ان لوگوں نے کیا کیا؟

آیت نمبر 16۔ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ

ترجمۂ۔ مگر وہ منہ موڑ گئے آخرکار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دیے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔

آیت نمبر 16 میں قوم سبا کا جو حال بتایا گیا ہے باغوں کی کثرت پھلوں کی فراوانی شہر کی عمدگی کہتے ہیں کہ یہ جو کہا **بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ** شہر اتنا عمدہ تھاکہ اس شہر میں مکھی مچھر اور اس قسم کے جو کیڑے مکوڑے اور موزی جانور ہوتے تھے وہ مر جاتے تھے وہ وہاں پہ جی ہی نہیں سکتے تھے تو اب اتنی نعمتیں پا کر انہیں کیا کرنا چاہیے تھا انہیں اللہ تعالی کی طرف جھکنا چاہیے تھا تاکہ اللہ تعالی ان کے گناہوں کو معاف کر دے پھر کیا ہوا فرمایا **فَأَعْرَضُوا** پس منہ پھیر لیا انہوں نے اعراض کیا نا فرمانی

کی **فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ** پھر ہم نے بھیج دیا ان پر سیلاب **سَيْلَ (س ی ل)** سیلاب کو کہتے ہیں پھر ہم نے ان پر سیلاب بھیج دیا زوردار منہ توڑ **(ع ر م)** بعض اہل لغت نے اس کا ترجمہ کیا ہے زوردار بارش اور بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے اس کو **عَرِمَةٌ** کی جمع بتایا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ **عَرِمَةٌ** تہہ بہ تہہ اکٹھے کئے ہوئے پتھروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہیں سے یہ لفظ جو ہے **سد** یا **بند** کے لئے استعمال ہونے لگا کہ کسی وادی کے درمیان پانی کو روکنے کے لئے جو بند بنایا جاتا ہے تو اس کو **عَرِمِ** کہتے ہیں تو **سَيْلَ الْعَرِمِ** سیلاب زوردار تو پھر **الْعَرِمِ** کے معنی بند کے ہیں یعنی ایسا زوردار اللہ نے پانی بھیجا جس نے بند میں شگاف ڈال دیا اور پانی شہر میں آ گیا ان کے مکانات ڈوب گئے اور باغوں کو اجاڑ کر ویران کر دیا **فَأَعْرَضُوا** پس انہوں نے نا فرمانی کی اللہ کی اطاعت نہ کی **فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ** پس بھیج دیا ہم نے ان پر **سَيْلَ الْعَرِمِ** تو سیلاب ،سخت زوردار قسم کی بارش نے تہہ بہ تہہ جو پتھروں سے بنا ہوا ان کا بند تھا سد تھا اس کو تباہ و برباد کر دیا اور آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ جو قوم تھی بہت ہی ترقی یافتہ قوم تھی تو انہوں نے کیا کیا تھا مفسرین کہتے ہیں کہ انہوں نے پانی کو روکنے کے لئے ایک ڈیم بنایا تھا جیسے **عَرِمِ** اور یہ ڈیم انہوں نے ایک ایسی جگہ پر بنایا تھا جیسے دو پہاڑوں کے درمیان سے اور پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آجاتا تھا اور ان کا علاقہ (یمن کا ایک شہر **مآرب** تھا) ملک یمن کے دارالحکومت **صنعاء** سے تین منزل کے فاصلے پر ایک شہر تھا **مآرب** تو اس شہر میں پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آجاتا تھا یا پھر دونوں پہاڑوں کے درمیان سے اور یہ شہر ہمیشہ سیلاب کی زد میں رہتا تھا تو اس شہر کے جو بادشاہ تھے جن میں ملکہ بلقیس کا نام بھی خصوصیت سے لیا جاتا ہے تو انہوں نے کیا کیا کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک نہایت مضبوط ڈیم بنایا تاکہ پانی اس پر اثر نہ کر سکے اور یہ بند پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے سیلابوں کو روکتا تھا اور پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بناتا تھا بارش کا پانی اسی ڈیم میں جمع ہوتا اس بند کے اندر اوپر نیچے پانی نکالنے کے لیے اس قوم نے تین دروازے بنائے تھے تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کے ساتھ شہر کے لوگوں اور ان کی زمین اور باغ کی آبپاشی کے لئے کام میں لایا جا سکے پھر کیا کرتے تھے۔ پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر اس سے یہ پانی لیتے تھے جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اس سے نیچے کا دروازہ کھولتے تھے اس کو استعمال کرتے تھے اور جب وہ بھی ختم ہوتا تو اس کے بعد سب سے نیچے کا تیسرا دروازہ کھولتے تھے یہاں تک کہ دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آ کر پھر پانی آ کر اوپر تک بھرنا شروع ہو جاتا تو بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ انہوں نے پانی کا ذخیرہ کیا تھا اور بند کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا تھا جس میں پانی کے 12 راستے بنا کر 12 نہریں شہر کے مختلف اطراف میں انہوں نے پہنچائی تھیں اور سب نہروں میں پانی یکساں انداز میں چلتا تھا اور شہر کی ضرورتوں میں کام آتا تھا اور شہر کے دائیں بائیں جو باڑھ تھی ان کے کناروں پر دو باغات لگائے تھے جن میں پانی کی نہریں جاری تھیں تو ایک باغ کا سلسلہ کیا تھا یعنی دائیں دیکھتے ہیں تو ایک باغ کے ساتھ دوسرا باغ دور تک اور بائیں دیکھتے ہیں **جَنَّتَيْنِ** تو دوسرا باغ دور تک تو ایک رخ پر بھی دور تک اتنے زیادہ باغ تھے لیکن ساتھ جڑے ہوئے کہ ایک باغ لگتا تھا اور بائیں طرف بھی باغات تھے کہ ایک ہی باغ لگتا تھا اور ان باغوں میں طرح طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل کثرت سے پیدا ہوتے تھے ائمہ سلف رحمہ کہتے ہیں حضرت قتادہ ایک مفسر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کے مطابق ان باغوں میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے وہ ٹوکری خود بخود بھر جاتی تھی اس کو ہاتھ بھی نہیں لگانا پڑتا تھا اتنا زیادہ اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا لیکن پھر ہوا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر **سَيْلَ الْعَرِمِ** یعنی وہ جو بند تھا شہر **مآرب** کے اوپر بنایا گیا اس کو اللہ تعالیٰ نے توڑ دیا **وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ** اور پھر ہم نے بدل دیا فرمایا **وَبَدَّلْنَاهُمْ** اور بدل دیا ہم نے ان

کو **بِجَنَّتَيْهِمْ** ساتھ ان کے دو باغوں کے وہ جو دو باغ تھے جو سبز اور پھلوں والے تھے تو **بِجَنَّتَيْهِمْ** یعنی ان باغوں سے **جَنَّتَيْنِ** دو اور باغ دیئے **ذَوَاتَيْ** لفظ آپ پہلے بھی پڑھ چکے ہیں اصل میں **ذُوْ** والے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے **ذَا، ذُو، ذِی اور ذوِی** بھی آتا ہے **ذَوِی الْعُقُول** آپ بولتے ہیں عقل والے **ذَوَاتَيْ** یہ مونث کا صیغہ ہے تو یہاں پہ فرمایا کہ **ذَوَاتَيْ** کیونکہ باغ مونث ہوتا ہے عربی زبان میں **جَنَّتَيْنِ** دو باغات **ذَوَاتَيْ** والے **أُكُلٍ** پھل میوے **(ء ک ل)**اس کا مادہ ہے اور یہ پھل کو بھی کہتے ہیں اور **اُكُل** کھاؤ **(ء ک ل)** قاف دو نقطے والا ہو **(قُل)** تو کہو اور کاف ہو کشمیر والا تو **أُكُلٍ** کھاؤ اور **اُكُلِ** پھل کو کہتے ہیں میوہ جات کو بھی کہتے ہیں تو **أُكُلٍ** میوے تھے پھل تھے **خَمْطٍ** بد مزا اب کیسا میوہ تھا (خ م ط)مفسرین کہتے ہیں جیسے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہر ایسے درخت کو **خَمْطٍ** کہا جاتا ہے جو کانٹوں والا بھی ہو اور کڑوا بھی ہو تو اب ان کو جو پھل ملے تھے وہ **خَمْطٍ** تھے کڑوے کسیلے بدمزہ **وَأَثْلٍ** (ء ث ل) اس کا مادہ ہے اور جمہور مفسرین نے اس کے معنی بتائے ہیں (ء ث ل) ایسا درخت جس کو اردو میں **جھاؤ** کہا جاتا ہے جس پر کوئی پھل کھانے کے قابل نہیں ہوتا جیسے ببول کیکر وغیرہ کا درخت جس کا پھل بکریوں کو چرایا جاتا ہے تو ہر وہ درخت جس کی جڑ تو مضبوط ہوں لیکن (**جھاؤ** کے درخت) جس کا پھل کھایا نہیں جاتا تو فرمایا کہ اب ان کے لئے جو پھل تھے وہ کڑوے کسیلے بدمزہ تھے کانٹے والے تھے **وَأَثْلٍ "جھاؤ "** کے درخت تھے **وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ** اور کچھ تھوڑی سی تھی **بیریاں سِدْرٍ** اسم جنس ہے تو بیریاں کیسی تھیں تھوڑی سی بیریاں تھیں بیری بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو باغات میں خود اہتمام سے لگائی جاتی ہیں اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے خوش ذائقہ ہوتا ہے اس کے درخت میں کانٹے کم اور پھل زیادہ ہوتا ہے دوسری جنگلی بیریاں ہوتی ہیں جو جنگلوں میں خاردار جھاڑیوں کی طرح آتی ہیں خود رو ہوتی ہیں ان میں کانٹے زیادہ اور پھل کم ہوتا ہے اور یہ بیریاں کھٹی بھی ہوتی ہیں اور ساتھ ہی یہاں پہ کہا کہ **سِدْرٍ قَلِيلٍ** قلیل کے معنی ہیں کہ تھوڑی یعنی بیری بھی، جنگلی بھی، خودرو بھی اور پھل اس میں بہت کم تھا

آیت نمبر 17. ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ

ترجمہ۔ یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے ان کو دیا، اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے

ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا اس کو آپ دائرہ لگا لیں اس پر آپ نشان لگا لیں کہ یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ جو ہم نے ان کو دیا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جب انہوں نے **فَأَعْرَضُوا** کیا انہوں نے نافرمانی کی تو ہم نے ان کے کفر کا ان کو یہ بدلہ دیا تو بدلہ اچھا بھی ہوتا ہے بُرا بھی ہوتا ہے اور یہاں پہ یہ بُرے معنی میں استعمال کیا گیا ہے کفرانِ نعمت کے طور پر ان ناشکروں کو اللہ نے یہ سزا دی۔ **وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ** اور ناشکرِے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم کسی کو نہیں دیا کرتے **نُجَازِي** بدلہ **إِلَّا الْكَفُورَ** کفور یہ صفت مشبہ ہے اور اس کے معنی ہیں کہ ناشکری کرنے والے اللہ کی نافرمانی کرنے والے تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ **الْكَفُورَ** کافر سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ بہت کفر کرنے والوں کے سوا ہم کسی کو ایسی سزا نہیں دیا کرتے

آیت نمبر 18. وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ

ترجمہ۔ اور ہم نے اُن کے اور اُن بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور اُن میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں چلو پھرو اِن راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ اب یہاں پر اللہ تعالیٰ ان کی بستیاں جو ان کو عطا کر رکھی تھیں اس کا اور حال بتا رہے ہیں کہ ان کا حال کیا تھا کہ ہم نے ان کے اور ان کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی نمایاں بستیاں اس میں بسا دی تھیں **وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ** اور بنایا ہم نے **بَيْنَهُمْ** **هُم** کی ضمیر قوم سبا کے لئے آئی ہے یمن کے علاقے کے لئے اور ہم نے قوم سبا کے لئے یمن میں **وَبَيْنَ الْقُرَى**۔ **الْقُرَى** سے مراد شام کی بستیاں ہیں اور ہم نے یمن کے اور ان بستیوں کے درمیان **الْقُرَى** **قَرْيَةٌ** واحد ہے اور **الْقُرَى** جمع ہے شام کی بستیوں کو کہا گیا ہے تو یمن اور شام کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کیا کیا تھا؟ کہ ہم نے اس علاقے کو برکت عطا کی تھی **الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا** ہم نے اس میں برکت دی تھی یمن اور شام کے درمیان شہروں کی تعداد 4700 تھیں تو برکت کیسے عطا کی تھی؟ کہ نمایاں بستیاں تھیں یمن اور شام کے درمیان میں بہت سے ایسے دیہات تھے بہت سے ایسے گاؤں یا بستیاں موجود تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو صاحبِ برکت بنایا تھا ملک شام کے لوگ تجارت کے لئے شام آتے تھے اور جب آپ سفر کرتے ہیں جیسے آپ دیکھیں کینیڈا کینیڈا کے لوگ امریکہ جاتے ہیں لمبے سفر پہ جاتے ہیں یا پھر کینیڈا کے اندر ہی آپ ہیلی فیکس Halifax جا رہے ہیں جیسے Saskatchewan جا رہے ہیں دو دن کا سفر ہے تین دن کا سفر ہے یا امریکہ کے اندر لمبا سفر کیا جا رہا ہے یا اگر کسی کو gulf رہنے کا اتفاق ہو جیسے ہم بحرین سے اپنی گاڑی پر مکہ گئے مدینہ گئے اور اتنا اچھا انتظام ہے وہاں پہ بھی اور یہاں پہ بھی کہ جگہ جگہ گیس پٹرول کے لیے سہولت میسر ہے ہوٹل موجود ہیں رات کو آپ قیام کر سکتے ہیں حفاظت کا انتظام ہے کھانے کا انتظام ہے سب کچھ ہے اور اس زمانے میں جب وہ لوگ سفر کرتے تھے تجارت کے لیے تو راستے میں جگہ جگہ بستیاں آباد تھیں اور وہ بستیاں سڑک پر تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا **بَارَكْنَا فِيهَا** ہم نے برکت دی اس میں ، **قُرًى** بستیاں **ظَاهِرَةً** اسکامعنی ہے لب سڑک،ظاہری طور پر،یعنی ان کو دور نہیں جانا پڑتا تھا بلکہ بستی اور شہر کا سلسلہ کھلا ہوا تھا نمایاں بستیاں آپ بھی جب لمبا سفر کرتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں زیادہ اندر نہ جانا پڑے اور آپ کو sign board نظر آجاتے ہیں جیسے ہی آپ exit لیتے ہیں بہت سی سہولتیں آپ کے لئے میسر ہوتی ہیں کہ آپ Tim hortons جانا چاہتے ہیں آپ bathroom جانا چاہتے ہیں آپ snacks لینا چاہتے ہیں آپ آرام کرنا چاہتے ہیں تو آرام کی جگہ موجود ہے **قُرًى ظَاهِرَةً** نمایاں بستیاں لب سڑک اور یہ بستیاں کیسی تھیں **وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ** اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھی تھیں **وَقَدَّرْنَا** کے معنی ہیں اور مقرر کی ہم نے **فِيهَا** اس میں **السَّيْرَ** آمدورفت، آنا جانا معنی ہیں اس کے کہ ان مسلسل بستیوں کا جن کی تعداد 4700 سے کم یا زیادہ تھی ان کا مسافر جب یمن سے نکلتا اور شام کی طرف جاتا تو راستے میں دوپہر کے وقت آرام کرنا چاہتا یا کھانا کھانا چاہتا تو آسانی سے کسی بستی میں پہنچ کر معمول کے مطابق وہ کھانا کھا لیتا تھا آرام کرنا چاہتا تو آرام کر لیتا پھر اسی طرح جب ظہر کے بعد وہ نکلتا تو سورج غروب ہونے کے وقت وہ اگلی بستی میں پہنچتا تھا **وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ** یعنی بستیاں بڑی ہی متوازن اور مساوی فاصلوں پر بنائی گئی تھیں کہ ایک مقررہ وقت کے اندروہ ایک بستی سے دوسری بستی تک پہنچ جائے ایسا نہیں تھا کہ بہت زیادہ علاقے خالی ہوں اور پھر یکدم بستیاں ہوں بلکہ نہیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہ بستیاں بنائی ہوئی تھیں **وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ** سے مراد ہے بستیوں کے درمیان مناسب فاصلہ یہاں قرآن کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ قدرت نے خود

بڑے اہتمام کے ساتھ انکے لئے منزلیں مقرر کر دیں تھیں **سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ** چلو پھرو ان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ تو **سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ** اسکا واحد **لَيْل** بھی ہوتا ہے اور **لَيْلَةٌ** بھی ہوتا ہے اور **لَيَالِيَ** جمع ہے **أَيَّامًا** کا واحد یوم ہے اور یہی اس کا مادہ بھی ہے **سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ** یہ انکی آسائشوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ جو آسائشیں تھیں کہ سڑک کے اوپر بہت سی بستیاں ہیں اور بستیاں زرخیز ہیں **بَارَكْنَا فِيهَا** آمدنی ہے پھل ہے راستے میں ضرورت کی سب چیزیں ہیں **قُرًى ظَاهِرَةً** ہیں **وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ** اور پھر چلو پھرو تجارت کے لئے ملنے جلنے کے لیے آؤ جاؤ ان بستیوں میں یعنی بغیر کسی خوف کے تم سفر کرو رات کو کرو یا دن کو کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ ہم نے تمہارے لیے سارا اہتمام کیا ہے یہ ہے اصل بات **سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ** تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ یہ ساری نعمتیں پا کر وہ اللہ کے شکر گزار ہوتے یہاں تک آپ نے ان کی کن نعمتوں کے بارے میں پڑھا نمبر 1۔ باغات کی قطاریں تھیں نمبر 2۔ باغات کیسے تھے ؟ **بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ** تھے نمبر 3۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سفر کے لئے راستے میں بستیاں بنائی ہوئی تھیں اور وہ بڑی سہولت اور خاص اندازے پر تھیں تو یہ کیا ہے کہ ایک کے بعد ایک اللہ کی دوسری نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پھر ان کی خوبی کیا تھی کہ دن میں تو عام طور پر سکون ہوتا ہے لیکن رات کے وقت ڈاکہ چوری اس کا خطرہ ہوتا ہے لیکن ایسی سہولت اور ایسے انتظام تھے کہ رات ہو یا دن بےفکری کے ساتھ یہ سفر کر سکتے تھے **آمِنِينَ** کوئی چور ڈاکو کا خطرہ نہیں تھا لیکن ہوا کیا شکر گزاری کی بجائے انہوں نے کیا کہا؟

آیت نمبر 19۔ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صبارٍ شَكُورٍ

ترجمہ۔ مگر انہوں نے کہا "اے ہمارے رب، ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے" انہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا آخرکار ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انہیں بالکل تتربتر کر ڈالا یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اُس شخص کے لیے جو بڑا صابر و شاکر ہو۔

فَقَالُوا وہ بولے **رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا** انھوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں آپ لمبی کر دیں **بَاعِدْ** امر کا صیغہ ہے **بُعد** سے ہے (ب ع د) اور اسکے معنی ہیں دور کر دینا تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب آپ دور کر دیجئے یہ جو ہم سفر کرتے ہیں اور جو جلدی جلدی بستیاں آ جاتی ہیں تو ہم کہتے ہیں ان میں سفر کرنے کا مزا نہیں آتا تو کیا کریں **رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا** مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے زبان سے دعا کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا عمل یہ بتا رہا ہو تو دور کرنے سے مراد کیا تھا کہ قوم سبا کو یہ جو ساتھ ساتھ بستیاں تھیں بہت کھلنے لگیں انھیں لگا یہ تو مزا ہی نہیں آتا ہم سفر کرتے ہیں تو راستے میں کوئی جنگل بیابان ہی نہیں آتا کوئی سنسان علاقہ بھی نہیں آتا اور ہم محنت بھی نہیں کرتے سفر کا مزا تو اس وقت آئے گا جبکہ ہم سفر کر رہے ہوں تو پھر اس کے بعد راستے میں جنگل آئے ہمیں محنت مشقت کرنی پڑے اور پھر اس کے بعد ہماری ضروریات زندگی ہمیں ملیں تو یہ جو قوم تھی انہیں قریب قریب میں بستیاں اور اس سے ملنے والی جو نعمتیں تھیں یہ ان کو بھائی نہیں بلکہ یہ ان کو عجیب لگیں یہ ان کو مشکل لگیں تو اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ ہمارے سفر کی مسافتیں دور کر دے تو یہ ان کی ناقدری اور ناشکری کی طرف اشارہ ہے کہ یہ جو ہمیں فوری فوری سہولتیں مل جاتی ہیں یہ ہمیں اچھی نہیں لگتیں یہ وہی بات ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہمیں من و سلویٰ چاہیے ہم تنگ آگئے ہیں **وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا** (61۔ البقرہ) اور لہسن،دال اور پیازوغیرہ تو انہوں نے سبزی ترکاری مانگی تھی تو انہوں نے بھی تو ناشکری کی

تھی تو اسی طرح ان لوگوں نے بھی ناشکری کی کہ جو کچھ بھی اے ہمارے رب تو نے یہ سہولت کے طور پر ہمیں عطا کر رکھا ہے تو یہ چیزیں ہمیں اچھی نہیں لگتی ان میں ہمیں مزا نہیں آتا **وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ** پھر انہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا **فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ** اللہ تعالیٰ کہتے ہیں آخرکار ہم نے انہیں **أَحَادِيثَ** بنا کر رکھ دیا جیسے بھولی بسری باتیں بنا کر رکھ دیا تو حدیث واحد ہے اور احادیث جمع ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں جیسے افسانے جیسے رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں یہ اس کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ایسی چیز جو بھولی بسری بن جائے افسانوں کے لئے بھی آتا ہے تو اللہ تعالی کہتے ہیں کہ پھر ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا **وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ** اور انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا اب یہاں پر یہ بتایا جارہا ہے **وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ** تو یہاں پہ عذاب کی شدت کی طرف اشارہ ہے آپ دیکھیں کہ دونوں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ایک ہے **وَمَزَّقْنَاهُمْ** اور دوسرا ہے **مُمَزَّقٍ ۚ** اور اس کے اندر آپ کو **شد** بھی نظر آرہی ہے اس کے معنی کیا ہے **(م ز ق)** اس کا مادہ ہے آپ نے پیچھے آیت نمبر 7 میں بھی پڑھا تھا **إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ** کہ جب تمہارے جسم کا ذرہ ذرہ منتشر ہو چکا ہو گا اس کے معنی ہوتے ہیں ٹکڑے ٹکڑے پارا پارا کرنا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ایسا منتشر کیا کہ قوم سبا کی جو ٹکڑے تھے وہ مختلف ملکوں میں پھیل گئے اور قوم سباکی تباہی بربادی ضرب المثل بن گئی آج بھی اہلِ عرب اگر کسی گروہ کی بربادی کا ذکر کرتے ہیں تو پھر قوم سبا کی مثال بیان کرتے ہیں کہ **"تفرقوا ایادی سباء،"** وہ تو ایسے پراگندہ ہوئے جیسے سبا کی قوم پراگندہ ہوئی تھی یعنی یہ لوگ ایسے منتشر ہوئے جیسے قوم سبا کے نعمت پروردہ لوگ منتشر ہوگئے تھے۔ تو ان کی بربادی اور ان کی تباہی ضرب المثل بن گئی کہ تقریروں میں، باتوں میں، ناشکری میں، عبرت میں اہلِ مکہ اور عرب والے جب ذکر کرتے تو اس قوم کا وہ ذکر کرتے تو یہ ہے **وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ** پھر ہم نے انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا پھر ہم نے انہیں بالکل تباہ و برباد کر ڈالا مفسرین کہتے ہیں کہ جب زوال آنا شروع ہوا تو وہ بندٹوٹ گیا اور اس کی وجہ سے جو سیلاب آیا تو سیلاب سے بچ نکلنے والے مختلف قبائل کے لوگ اپنا وطن چھوڑ کر عرب کے مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ غسانیوں نے اردن اور شام کا رخ کیا، اوس اور خزرج کے قبیلے یثرب میں جا بسے، یہ **اوس** اور **خزرج** کے قبیلے کہاں سے آئے تھے؟ یہاں سے یمن سے وہاں جا بسے **بنو خزاعہ** نے جدہ کے قریب تہامہ کے علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ **ازد** کا قبیلہ عمان میں جا کر آباد ہوا، **لخم** اور **کندہ** بھی نکلنے پر مجبور ہوئے حتیٰ کہ سبا نام کی کوئی قوم ہی دنیا میں باقی نہ رہی **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صبارٍ شَكُورٍ** یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بڑا صابر اور شاکر ہو اب آپ دیکھیں کہ یہاں پر جو ہے **صبارٍ** اور **شَكُورٍ** مبالغے کے صیغے ہیں تو فائدہ کس کو ہوگا عبرت کون حاصل کرے گا قوم سبا کے واقعے سے جو بہت صبر کرنے والا اور بہت شکر کرنے والا ہے تو اب آپ دیکھیں کہ جس کے اندر صبر نہ ہو تو وہ شکر کا حق ادا نہیں کر سکتا اور جس کے اندر شکر نہ ہو وہ صبرنہیں کر سکتا یہ جڑواں خوبیاں ہیں اور اس دنیا کے دارالامتحان میں ہر قدم پر ہر بندے کاان دونوں چیزوں کا امتحان ہوتا رہتا ہے تو آخرت کی کامیابی کن لوگوں کے لئے ہے جو صبر اور شکر کرنے والے ہیں تو جو لوگ صبر اور شکر کرنے والے ہیں ان کا کردار کیا ہوتا ہے کہ وہ جو نعمتیں ملتی ہیں نمبر 1. ان کو اللہ کی عطا کردہ نعمتیں سمجھتے ہیں اور نعمتیں پا کر فرعون نہیں بنتے اور نمرود نہیں بنتے شیطان نہیں بنتے اللہ کے فرماں بردار بنتے ہیں نمبر 2 - پھر وہ نعمتیں یاد رکھتے ہیں کہ یہ میرے پاس امتحان ہیں اولاد بھی امتحان ہے پرچہ ہے اور دولت بھی پرچہ ہے جو کچھ بھی ان کے پاس ہے ڈگری ہے حسن ہے دولت ہے وقت ہے فراغت ہے جوانی ہے وہ ساری چیزوں کو امتحان سمجھتے ہیں اور پھر شکر گزاری کرتے ہیں ان نعمتوں کی اور نمبر 3- کہ جو بھی فرد ہو یا قوم اس امتحان میں فیل ہو جائے تو پھر اس کو اللہ تعالیٰ تباہ کرتے ہیں اللہ ناراض ہو جاتے ہیں اور جو کامیاب

ہوتے ہیں اللہ ان سے راضی ہوتے ہیں اور پھر وہ اللہ کے بندوں میں شامل ہو جاتے ہیں تو **إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صبارٍ شَكُورٍ** اس میں یقیناً نشانیاں ہیں بہت صبر کرنے والوں کے لئے اور بہت شکر کرنے والوں کے لئے اور اب اس موقع پر آپ اپنا ضرور محاسبہ کریں کہ نعمتوں کے ملنے پر آپ کو خوشی ہوتی ہے کہ آپ اللہ کی شکر گزار ہوتی ہیں یاکہ آپ ان نعمتوں کو اپنے لئے امتحان سمجھتی ہیں کہ آپ انہیں آخرت کے لئے خیر اور نفع بنانا چاہتی ہیں اور تکلیف اور مصیبت جب آتی ہے تو کیا آپ صبر کرتی ہیں صبرِ ایوب صبرِ یعقوب **فَصَبْرٌ جَمِيلٌ** (18- یوسف) اور پھر وہ اگر مگر کا چکر نہیں چلاتیں اور وہ ناشکری نہیں کرتیں بلکہ ثابت قدمی پہ قائم رہتی ہیں تو ہر صبر شکر ہے اور ہر شکر لازم ہے

آیت نمبر 20۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
ترجمہ۔ اُن کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اُسی کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ان کے معاملے میں جو ابلیس ہے اس نے اپنا گمان صحیح پایا تو یہاں پہ **عَلَيْهِمْ** کی ضمیر جو ہے قوم سبا کے لئے ہے یا پھر اس سے مراد عام لوگ ہیں تو ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنے گمان کو صحیح پایا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بنی آدم کے بارے میں ابلیس کا جو گمان تھا وہ اس نے اس کو سچ پایا ابلیس نے کیا گمان کیا تھا؟ ابلیس نے **ظَنَّهُ** یہ گمان کیا تھا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اکثر لوگوں کو گمراہ کروں گا اور انہیں ناشکری کی طرف لاؤں گا شرک کی طرف لاؤں گا تو یہاں پہ یہی بات ہے **وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ** ان کے معاملے میں یعنی قوم سبا کے معاملے میں یا عام جو لوگ ہیں ان کے بارے میں ابلیس نے اپنے گمان کو صحیح پایا **فَاتَّبَعُوهُ** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ابلیس کی پیروی کی **فَاتَّبَعُوهُ** پس پیروی کی قوم سبا نے یا پھر عام لوگوں نے **إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** مگر ایک تھوڑے سے گروہ کے، سوائے ایک گروہ کے جو مومنین میں سے تھا تو زیادہ تر لوگوں نے ابلیس کی اطاعت کی اللہ کی نافرمانی کی اور جو تھوڑے سے لوگ بچے وہ کون تھے؟ جو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے ایمان لانے والوں کا جو گروہ تھا وہ کیسا تھا؟ وہ ابلیس کی پیروی سے بچ گیا تو ایمان وہ کیا کرتا ہے ایمان انسان کو شکر گزاری پر آمادہ کرتا ہے اور آپ دیکھتے ہیں سورۃ الاعراف آیت 17 میں آپ پڑھ چکی ہیں کہ ابلیس نے کہا تھا کہ **وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (17-** الاعراف)اور تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا تو ناشکرے لوگ کیا کرتے ہیں ابلیس کی توقع کو پورا کرتے ہیں اب آپ دیکھیں کہ جولوگ ابلیس کی پیروی کرتے ہیں کہیں آپ تو ان لوگوں میں نہیں ہیں کہ ہر وقت ناشکری کر کر کے ابلیس کو خوش کرتی ہیں کیونکہ تھوڑے لوگ ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں اور وہ کون ہوتے ہیں جو ایمان لانے والے ہوتے ہیں

آیت نمبر 21۔ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ
ترجمہ۔ ابلیس کو اُن پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے

وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل تو نہیں تھا **إِلَّا** مگر تو اقتدار نہیں تھا تو اللہ نے یہ اجازت بھی کیوں دی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں **إِلَّا** اجازت دینے کی وجہ یہ تھی **لِنَعْلَمَ** تاکہ ہم جان سکیں **إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ** ہم جاننا چاہتے تھے کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے تو ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے انسان پر مادی اور معنوی قوت اقتدار نہیں دیا تھا اصل بات یہ ہے اللہ کی طرف سے صرف ابلیس کو اتنی اجازت دی گئی کہ وہ وسواس پیدا کرے وہ خناس بن جائے وہ گناہوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرے کسی کو وہ زبردستی گناہوں کی طرف آمادہ نہیں کر سکتا تھا لیکن ابلیس کیا کرتا ہے کہ شک میں مبتلا کرتا ہے گناہ کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور وہ پیش کر کے پھر ہٹ جاتا ہے آدمی کو اپنے جال میں پھانستا ہے وہ اپنے حربے استعمال کرتا ہے اور انسان کو اللہ سے دور کرتا ہے آخرت سے غافل کرتا ہے اور اخروی زندگی کے بجائے دنیا کی عارضی زندگی پر اس کو آمادہ کرتا ہے تو انسان پھر کیا کرتا ہے آخرت کو بھول جاتا ہے اور دنیا کی زندگی پر لٹو ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ بس ابلیس کو اتنی اجازت ہی دی تھی کہ وہ انسانوں کو بہکا سکے لیکن ایسا نہیں تھا کہ زبردستی پکڑ کر انہیں صراط مستقیم سے ہٹا دے اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ اتنی سی بھی اجازت جو دی تھی **إِلَّا لِنَعْلَمَ** سوائے اس لئے کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے **مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ** کہ کون آخرت پر ایمان لانے والا ہے کون ہے جو آخرت کو ماننے والا ہے **هُوَ مِنْهَا** اور کون ہے **"ھا"** کی ضمیر آخرت کے لئے آئی ہے کہ وہ آخرت کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے **وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ** اور تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگرانی کرنے والے ہیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں ایمان لانے والے ہیں یا پھر کفر کرنے والے ہیں تو جو کچھ انہوں نے کیا ہے پھر اس کے مطابق اللہ رب العزت ان کو یا تو جزا دینے والے ہیں یا پھر ان کو سزا دینے والے ہیں

آیت نمبر 22۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ

ترجمہ۔ (اے نبی ﷺ اِن مشرکین سے) کہو کہ پکار دیکھو اپنے اُن معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں ان میں سے کوئی اللہ کا مدد گار بھی نہیں ہے

پھر آیت نمبر 22 سے لے کر آیت نمبر 27 تک اللہ تعالی نے یہ بات بتائی ہے کہ رحمت ہو ، آزمائش ہو، یا پھر زحمت ہو وہ اللہ کی اختیار میں ہے تو مشرکین کیا کرتے تھے مشرکین اپنے معبودوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے معبود ان کی سفارش کریں گے تو اب یہاں پر ان سے پوچھا جا رہا ہے مشرکین سے کہ بتاؤ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے جس کی وجہ سے تم اس بات پر اڑے ہو کہ ہمارے جو بت ہیں وہ ہماری سفارش کریں گے تو کوئی ہے تمہارے پاس بات تو ہمیں تم بتاؤ **قُلِ** اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے **ادْعُوا الَّذِينَ** ۔ **ادْعُوا** کا مطلب ہے کہ تم بلاؤ تم پکار کر دیکھو **الَّذِينَ** ان لوگوں کو مراد ہے جھوٹے معبود کہ تم اپنے جھوٹے معبودوں کو اور جن بھی لوگوں کو تم پوجھتے ہو ان کو بلا کر تو دیکھو **زَعَمْتُمْ** تم گمان کرتے ہو تم خیال کرتے ہو تم سمجھ بیٹھے ہو ان کو معبود اپنا **مِنْ دُونِ اللَّهِ** اللہ کے سوا اے نبی ﷺ ان مشرکین سے کہیے کہ پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود بنا بیٹھے ہو **لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ** وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں اور نا ہی زمین میں **وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ** اور آسمان و

زمین کی ملکیت میں وہ شریک بھی نہیں ہیں **وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ** اور ان میں کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے تو **ظَهِيرٍ** پیٹھ کو کہتے ہیں اور کسی کی پشت پناہی کرنا کسی کی مدد کرنا اب یہاں پر اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ انکے جو معبود تھے وہ بے حقیقت ہیں وہ سفارش نہیں کر سکتے ان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے کہا کہ اہل مکہ سے آپ کہیے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے ذرا اپنے بتوں کو آواز تو دے کر دیکھیں تو جب بلائیں گے تو پتہ چلے گا کہ ان کے پاس کوئی نہ قدرت ہے نہ کوئی اختیار اس لئے کہ آسمان و زمین جو ہے اس کائنات میں کہیں بھی ان کی کوئی شراکت نہیں ہے یعنی اس کے پیدا کرنے میں اس کو سنبھالنے میں کوئی اللہ کے کام میں مددگار نہیں ہے

آیت نمبر 23۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ

ترجمہ۔ اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی بجز اُس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو گی تو وہ (سفارش کرنے والوں سے) پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب ملا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ اور اللہ کے سامنے کوئی شفاعت کسی کے لئے نافع نہیں ہو سکتی سوائے اس کے لئے اللہ اجازت دے تو کسی کا خود مالک ہونا یا ملکیت میں شریک ہونا یا اللہ کا مددگار بننا تو دور کی بات ہے ساری کائنات میں کوئی ایک ہستی بھی ایسی نہیں پائی جا سکتی جو اللہ کے حضور کسی کے حق میں بطور خود سفارش کر سکے تو بتائے کوئی بھی ان کا معبود یا ان کی جس ہستیوں کو بڑا بزرگ سمجھتے ہیں ایسے نہیں ہیں اتنے اللہ کے پیارے کہ وہ اللہ کے پاس اڑ بیٹھیں اور کہیں کہ ہماری سفارش ماننی پڑے گی چاہ کے بھی وہ سفارش نہیں کر سکتے **إِلَّا**سوائے اس کے **لِمَنْ أَذِنَ لَهُ** کہ اللہ کسی کو اجازت دے تو اللہ کس کو اجازت دے گا یہ مضمون آپ سورۃ یونس میں پڑھ چکی ہے سورۃ ھود میں پڑھ چکی ہیں سورۃ النحل میں پڑھ چکی ہیں اور اسی طرح سورۃ طٰہٰ الانبیاء ،الحج میں بھی پڑھ چکی ہیں اور آگے آپ سورۃ النبا میں بھی پڑھیں گی کہ اللہ اسی کو اجازت دے گا یعنی اللہ صرف اس کو اجازت دے گا جو بات کرے اور بات بھی ٹھیک کرے یعنی اللہ صرف اس کو اجازت دے گا بات کون کر سکے گا اللہ کے پاس جسے اللہ اجازت دے اور اللہ اس کو اجازت دے گا کہ جب وہ اللہ کے سامنے بات کرے تو ٹھیک ٹھیک بات کرے آپ دیکھیں **يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (38۔** النبأ) تو کوئی کلام نہ کر سکے گا روح فرشتے صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے مگر کون کرے گا جسے رحمان اجازت دے اور اللہ کس کو اجازت دے گا یعنی جسے چاہے گا اور وہ جو ٹھیک بات زبان سے نکالے اگر اللہ فرشتوں کو اپنے پیغمبروں کو کسی کو اجازت دینا چاہے تو اسی کو دے گا جو اس کی اجازت سے بات کرے اور پھر وہ ٹھیک بات کرے عدل والی بات کرے اس کے بعد فرمایا آیت نمبر 23 چل رہی ہے **حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ** حتیٰ کہ جب لوگوں کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہوگی **فُزِّعَ (ف ز ع)** اس کا مادہ ہے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے گھبراہٹ کے لئے خوف کے لئے وحشت کی ایسی حالت کے لئے جو کسی خوفناک معاملے کی وجہ سے انسان پر طاری ہو جائے تو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حساب کتاب کا وقت ہوگا اور لوگوں پر بڑا ہی خوف اور دہشت طاری ہوگا اور اس وقت کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی اب دیکھیں آپ آیات پر اگر غور کریں تو آپ دیکھیں گی کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں **وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ** کہ کوئی مدد کرنے والا

نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں **وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ** شفاعت تو کوئی فائدہ نہیں دے گی یعنی کیسی سختی ہے کیسا اس وقت سخت وقت لوگوں کے اوپر آیا ہوگا تو یہ جو بت ہیں نہ ان میں کوئی قابلیت ہے نہ ہی کوئی مقبولیت اللہ کے فرشتے اللہ کے رسول بھی اللہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے تو تمہارے بتوں کی کیا حیثیت ہے تو جب لوگوں کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جائے گی **قَالُوا** تو اس وقت وہ کہیں گے **مَاذَا** کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا **قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ** وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب ملا ہے **وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ** اور وہ بزرگ اور برتر ہے تو قیامت کے دن کا نقشہ کھنیچا گیا ہے جب قیامت کے دن کوئی سفارش کرنے والا کسی کے حق میں سفارش کی جب اجازت طلب کرے گا تو اس وقت کی کیفیت کیا ہے بڑی بےچینی سے ڈرتے ہوئے کانپتے ہوئے جواب سننے کے لئے اللہ کے منتظر کھڑے ہیں اب اوپر سے کیا بات آئی ہے اجازت ملی ہے یا نہیں تو جو بات کرنے والے ہیں بہت ہی ڈرےہوئے ہیں بڑے ہی پریشان ہیں اور پھر پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے کیا جواب ملا ہے اجازت مل گئی ہے نہیں ملی کیا ہوا مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں پر جیسے فرشتوں کا ذکر ہے جو اللہ کے نزدیک اللہ کے بہت ہی قریب ہیں اور وہ بھی اللہ کی ہیبت اور خوف سے بےہوش ہو جاتے ہیں اور جب انہیں ہوش آتا ہے تو پھر وہ پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کیا کہا ہے تو یہ جو بت ہیں تراشے ہوئے تو ان کی تو کوئی بھی حیثیت نہیں ہے تو اللہ کے حکم کو سن کر دلوں پر جو کیفیت طاری ہو جاتی ہے یہاں پر اس کا ذکر کیا جا رہا ہے تو اگر آپ ان آیات پر غور کریں تو یہ جو آیت نمبر 23 ہے اس کے بارے میں مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اللہ جب کلام کرتا ہے وحی کرتا ہے تو آسمان پر موجود فرشتے ہیبت اور خوف سے کانپ جاتے ہیں ان پر بےہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جب انہیں ہوش آتا ہے تو پوچھتے ہیں۔ عرش کو اٹھائے ہوئے فرشتے دوسرے فرشتوں کو اور وہ اپنے سے نیچے والے فرشتوں کو پھر بتاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کیا کہا اور خبر پہلے آسمان کے فرشتوں تک پہنچتی ہے تو یہاں پر یہ جو **فُزِّعَ** ہے اس کا یہی معنی ہے کہ اللہ کی بات کو سن کر کہ اللہ نے کیا فرمایا تو ان کی گھبراہٹ کچھ دور ہوتی ہے تو دراصل یہاں پر یہ بات بتائی جارہی ہے کہ فرشتے جو کہ اللہ کی ہیبت سے کانپتے رہتے ہیں اور اللہ کی حکم پر اس وقت غور کرتے ہیں جب آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ کر تحقیق کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے رب نے کیا حکم دیا ہے وہ کیا ہے؟ اور پھر وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں وہ انکار تو کرہی نہیں سکتے تو وہ بھی اتنا ڈرتے رہتے ہیں تو تم کیسے سفارشوں پر بیٹھے ہو

آیت نمبر 24۔ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
ترجمہ۔(اے نبی ﷺ) اِن سے پوچھو، "کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے؟" کہو "اللہ۔ اب لامحالہ ہم میں اور تم میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے"

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللَّهُ اے نبی ﷺ ان سے پوچھو کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے تو رازق کون ہے؟ اللہ تعالیٰ **قُلِ اللَّهُ** کہو کہ اللہ **وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ** کہو کہ جو رازق ہے وہ اللہ ہے **قُلِ اللَّهُ** پہلے ان سے پوچھو اور پھر اس کے بعد یہ کیا جواب دیں گے آپ خود ہی کہہ دو کہ اللہ ہے رزق دینے والا **وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى** البتہ ہم ہدایت پر ہیں **أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ** یا پھر گمراہی پر یعنی ہم بھی ہیں اور تم بھی ہو ہم دونوں میں سے کوئی ایک فریق ہدایت پر ہے اور دوسرا **ضَلَالٍ مُبِينٍ** پر ہے کھلی ہوئی گمراہی پر ہے اب یہاں پہ دیکھیں کہ تبلیغ کا بڑا ہی اہم نکتہ ہے کہ یہ بات کہی جارہی ہے کہ ان سے پوچھو بھی بتا بھی دو کہ اللہ اور پھر ان کو یہ بھی بتا دو کہ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ایک گروہ ہدایت پر ہے اور ایک کفر و شرک پر تو اصل بات کیا ہے؟ کہ

ہم ہدایت پر ہیں اور تم کھلی ہوئی گمراہی پر ہو تو ضد کی ضرورت نہیں ہے تم کیا کر رہے ہو تم اپنا معاملہ اللہ کے سپردنہیں کر رہے تم بتوں کے پیچھے چل رہے ہو اور ہم کون ہیں؟ کہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں **قُلِ اللَّهُ ۖ وَإِنَّا** اور بے شک ہم یا **إِيَّاكُمْ** تم ہی **لَعَلَىٰ هُدًى** البتہ ہدایت پر ہیں تو **"اِنَّا"** پہلے آیا ہے **لَعَلَىٰ هُدًى** یعنی ہم ہدایت پر ہیں اور **إِيَّاكُمْ** یعنی تم ہی **أَوْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ** کھلی ہوئی گمراہی پر ہو **قُلْ** اے محمد ﷺ آپ ان سے کہیے یہ آیت نمبر 25 اس میں پُر امن اعلانِ برات ہے

آیت نمبر 25۔ قُلْ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ
ترجمہ۔ ان سے کہو، "جو قصور ہم نے کیا ہو اس کی کوئی باز پرس تم سے نہ ہو گی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی کوئی جواب طلبی ہم سے نہیں کی جائے گی"

لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا جو قصور ، جرم ہم نے کیا **أَجْرَمْنَا** ہم نے جرم کیا **لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا** اس کے بارے میں تم سے تو نہیں پوچھا جائے گا **لَا تُسْأَلُونَ** تم سے باز پرس نہیں ہوگی **عَمَّا** اس چیز کے بارے میں **أَجْرَمْنَا** جو ہم نے کیا **وَلَا نُسْأَلُ** اور نہیں سوال کیا جائے گا ہم سے **عَمَّا تَعْمَلُونَ** جو کچھ تم کر رہے ہو تو معنی کیا ہیں کہ ہر شخص اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہے جو شرک کرتا ہے اُس کے مطابق اُس کی جوابدہی ہوگی اور جو توحید پرست بنے گا تو اُس کے مطابق اُس کو جزا ملے گی

آیت نمبر 26۔ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ
ترجمہ۔ کہو، "ہمارا رب ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا وہ ایسا زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے"

یہ جو آیت نمبر 26 ہے اس میں عذابِ آخرت کی دھمکی گئی ہے کہو کہ ہمارا رب ہم کو جمع کرے گا **ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ** پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق فیصلہ کرے گا **وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ** اور وہ ایسا زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے **الْفَتَّاحُ** فیصلہ کرنے والا **(ف ت ح)** جیسے سورۃ الفاتحہ ہے کھولنا **مَفاتِح** چابی کو کہتے ہیں جس سے کچھ کھولا جاتا ہے فاتحہ بھی کیا ہے جیسے سورتوں کا دروازہ کھولتا ہے تو **الْفَتَّاحُ** بہت بڑا فیصلہ کرنے والا اور یہاں پر یہ مبالغے کا صیغہ ہے تو معنی کیا ہیں کہ اگر تم توحید پرست نہیں بنتے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو اس بات کو مت بھولو کہ اللہ ہی ہے جو اس بات کا فیصلہ کرے گا پھر اللہ بتائے گا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر ہے اور اللہ **الْفَتَّاحُ** بھی ہے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا اور **الْعَلِيمُ** اور پھر خوب خوب جاننے والا بھی یعنی اس کے پاس علم ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے فیصلے میں کوئی دھاندلی نہیں ہوگی پھر آیت نمبر 27 میں اللہ تعالی نے جواب دیا ہے ان کے طنز کا

آیت نمبر 27۔ قُلْ أَرُونِيَ الَّذِينَ أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ ۖ كَلَّا ۚ بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
ترجمہ۔**اِن سے کہو، "ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون ہستیاں ہیں جنہیں تم نے اس کے ساتھ شریک لگا رکھا ہے" ہرگز نہیں، زبردست اور دانا تو بس وہ اللہ ہی ہے۔**

قل اے محمد ﷺ ان سے کہو **أَرُونِيَ** دکھاؤ مجھ کو مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون سی ہستیاں ہیں جن کو تم نے ملا رکھا ہے **أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ** شریک کرنے میں تو ان سے کہو مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ جن

کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے **أَلْحَقْتُمْ (ل ح ق)** کا مطلب ہوتا ہے ملانا تم نے ملایا تم نے الحاق کیا **ملحَقْ** کہتے ہیں کہ اس کا گھر میرے گھر سے ملحق ہے تو ان سے پوچھو جن لوگوں کو تم نے ملایا ہے **بِهِ** اللہ کے ساتھ **شُرَكَاءَ** شریک خدا بنا کر مجھے بھی دکھاؤ اللہ **كَلَّا** ہرگز نہیں ۚ **بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** بلکہ وہ اللہ ہے غالب اور حکمت والا۔ اللہ ہے اور اللہ کیسا ہے؟ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے تو اصل بات کیا ہے کہ یہاں پر بھی اللہ کی دو صفات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ **الْعَزِيزُ** ہے ہر چیز پر غالب بالاتر **الْحَكِيمُ** ہر کام اس کا وہ حکمت پر مبنی ہے تو ان صفات کے لحاظ سے پھر اللہ کا کوئی جوڑ نہیں ہے کوئی اللہ کا شریک نہیں ہے تو کیا کرنا چاہیے اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دینا چاہیے پھر آیت نمبر 28 میں توحید کے دلائل دینے کے بعد آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ نبی ﷺ صرف اپنے ملک یا اپنے زمانے کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک پوری دنیا کے لئے مبعوث کیے گئے ہیں

آیت نمبر 28- وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
ترجمہ اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں

اور اے نبی ﷺ **وَمَا** اور نہیں **أَرْسَلْنَاكَ** بھیجا ہم نے آپ کو **إِلَّا** مگر **كَافَّةً (ک ف ف)** یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ہتھیلی کے لئے ہتھیلی کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے کسی چیز کو یعنی پوری کی پوری ہتھیلی کو جب آپ استعمال کرتی ہیں تو چیز کو پکڑتی ہیں کسی چیز کو روکتی ہیں تو کف آتا ہے آپ نے پیچھے پڑھا تھا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (208- البقرہ)** اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ تو **كَافَّةً** لفظ کے پھر معانی ہوتے ہیں تمام تر ،کافی کیونکہ کف کسے کہتے ہیں؟ ہتھیلی کو اور ہتھیلی سے روکا جاتا ہے کسی چیز کو اکٹھا کیا جاتا ہے تو اس طرح یہ لفظ جو ہے مکمل تمام تر کافی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور نہیں ہم نے بھیجا آپ کو مگر **كَافَّةً** تمام **لِلنَّاسِ** لوگوں کے لئے تو آپ کی حیثیت کیا ہے **بَشِيرًا** جو دعوت قبول کر لیں تو ان کے لئے جنت کی بشارت ہے**وَنَذِيرًا** اور جو انکار کریں تو ان کے لئے جہنم کا ڈراوا ہے **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں اب یہاں پہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ پوری نسل انسانیت کے لئے آپ ہادی اور رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں نمبر2- یہ بتایا گیا ہے کہ اکثر لوگ آپ ﷺ **کی** خواہش اور کوشش کے باوجود ایمان سے محروم رہیں گے کیوں **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** مگر اکثر لوگوں کو آپ کی اس حیثیت کا احساس نہیں ہے **مفہوم حدیث** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں (اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)۔ کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں یہ فرماتے ہوئے نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیاں اٹھائیں اور اسی طرح قرآن میں(سورۃ الاعراف آیت 158)(الانعام 197)(الانبیاء آیت 107)(الفرقان آیت نمبر 1)آپ ان میں پڑھیں تو ایک ہی بات ہے کہ میں سب کے لئے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تو رسول اللہ ﷺ کی دعوت یہ بڑی ہی وسیع ہے رسول اللہ ﷺ کی ہی حیثیت ایسی ہے جیسے کہ سورج کی اور سورج اکیلا سب کو روشنی دیتا ہے اور سورج کی روشنی کے ہوتے ہوئے اگر اپنی کوئی آنکھیں بند کر لے تو اس کا یہ نہیں مطلب یہ نہیں کہیں گے کہ سورج نکلا نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ آنکھیں ہونے کے باوجود اگر کوئی اندھا رہنا چاہے تو پھر اس کو سورج کی روشنی فائدہ نہیں دے سکتی اور اگر

رسول اللہ ﷺ کی سنت، احادیث ، اسوہ ، ہدایت(قرآن) موجود ہونے کے بعد بھی اگر کوئی ہدایت کی طرف نہ آنا چاہے تو پھر پیغمبر بھی اس کو ہدایت نہیں دے سکتا

آیت نمبر 29۔ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
ترجمہ۔ یہ لوگ تم سے کہتے ہیں کہ وہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟
اور اے نبی ﷺ یہ لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا اگر ہو تم سچے

آیت نمبر 30۔ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ
ترجمہ۔ کہو تمہارے لیے ایک ایسے دن کی میعاد مقرر ہے جس کے آنے میں نہ ایک گھڑی بھر کی تاخیر تم کر سکتے ہو اور نہ ایک گھڑی بھر پہلے اسے لا سکتے ہو

قُلْ آپ کہہ دیجئے **لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ** اے محمد ﷺ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ **لَكُم** تمہارے لئے **مِيعَادُ** ہے **مِيعَادُ** کا مادہ بھی (و ع د) ہے اور یہ ظرف زمان کے طور پر استعمال ہوتا ہے یہاں پہ **يَوْمٍ** یہ وقت کے معنی میں آیا ہے ان سے کہو کہ قیامت کے بارے میں یہ پوچھ رہے ہیں تو ان سے کہو کہ **مِيعَادُ** وعدہ ہے **يَوْمٍ** ایک دن کا **لَا تَسْتَأْخِرُونَ** نہیں تم پیچھے رہو گے **(ء خ ر)** اس کا مادہ ہے کہ قیامت کے آنے کا جو وعدہ ہے اس کا ایک دن مقرر ہے اور جس کے آنے میں ایک گھڑی کی تم تاخیر نہیں کر سکتے **لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ "ہ"** کی ضمیر قیامت کی گھڑی کی طرف ہے کہ اس کے آنے میں تم ایک دن کی تاخیر نہیں کر سکتے **سَاعَةً** گھڑی **لَا تَسْتَأْخِرُونَ** اور نہ ہی آگے کر سکتے ہو اور نہ ہی گھڑی بھر قیامت کے دن کو پہلے لاسکتے ہو اس کے معنی کیا ہیں کہ قیامت کا وقت اللہ کے فیصلے کے مطابق ہے اور تمہاری کوشش سے نہ وہ ایک سیکنڈ پہلے ہو سکتا ہے اور نہ ایک سیکنڈ بعد میں